مولوی عزیز الدین عزیز: ایک تاریخ گو شاعر

عِصمت درانی*

نوابِ بہاول پور صادق محمد خان رابع (۱۸۶۱-۱۸۹۹ء) کے معتمد، درباری شاعر، مفتی اور سرکاری خوش نویس و خطاط: مولوی عزیز الدین (۱۸۴۱-۱۹۰۵ء)، متخلص بہ عزیز[1] [س کے بعد صرف عزیز] دسمبر ۱۸۴۱ء میں گوجرانوالہ کے مشہور قصبے قلعہ دیدار سنگھ میں ایک متوسط طبقے کے علم دوست جنجوعہ خاندان میں مولوی محمد حسن کے گھر پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد سے ابتدائی درسی کتب پڑھنے کے بعد مولانا غلام رسول (وفات: ۱۲۹۱ھ) کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے۔ فراغت کے بعد مزید تحصیل کی غرض سے دہلی اور لکھنو کا رخ کیا۔ تاریخ گوئی کا ملکہ فطری تھا۔ ہندوستان میں رہ کر علم جفر میں بھی کمال حاصل کر لیا۔ دینی علوم سے خصوصی شغف تھا۔ خطاطی اور خوش نویسی اپنے خاندان سے ورثہ میں پائی تھی۔ مشہور ہے کہ ان کے دادا مولانا ہدایت اللہ نے حضرت خضر سے اصلاح پائی تھی (منظور حسن، ستمبر ۱۹۶۲ء، ص: ۱۸)۔ مولوی سید احمد ایمن آبادی اور عزیز خوش نویسی میں ہم مکتب و ہم عصر تھے۔ فارغ التحصیل ہو کر لاہور آئے۔ لاہور میں ان دنوں امام ویردی فن خطاطی میں اپنا سکہ منوا رہے تھے۔ چناں چہ وہاں مولانا ویردی سے خطاطی کے مقابلے شروع ہو گئے۔ ان دنوں نواب صادق محمد خان رابع کی ادب نوازی اور علم دوستی اور دریا دلی کا شہرہ سن کر اصحاب علم یہاں کا رخ کر رہے تھے۔ عزیز بھی قسمت آزمائی کو بہاول پور آ گئے اور جلد ہی اپنی خوش نویسی کے باعث انھیں عدالت کے اہل کاروں میں جگہ مل گئی۔ لیکن جوں جوں عزیز کے جوہر کھلتے گئے، ان کی شاعری، علم جفر، فن تاریخ گوئی اور علمی تبحر کے چرچے ہوتے گئے اور جلد ہی نواب صاحب کے درباری شاعر مقرر ہوئے اور ان کے معتمد مصاحبوں میں شامل ہو کر یہیں کے ہو رہے (محمد اقبال جاوید، محمد اکرم رضا، ص: ۵۸۴)۔ نواب صاحب کے بھائی صاحب زادہ بلخ شیر عرف حاجی خان (۱۸۹۳-۱۹۵۱ء) کے اتالیق بھی رہے (عزیز، ۱۹۳۹ء، ص: ۳۹)۔ عزیز کا قد میانہ، بدن چھریرا، سینہ چوڑا، چہرہ گول، رنگ گندمی اور داڑھی مقطع تھی جس میں مہندی کے رنگے بال بھی شامل تھے اور پنجابی انداز سے سفید دستار باندھا کرتے تھے (منظور حسن، ستمبر ۱۹۶۲ء، ص: ۱۶)۔ مولانا عزیز الرحمان عزیز (۱۸۷۳-۱۹۴۴ء) نے انھیں ''جامع فنون'' کہا ہے اور ان کے حالات یوں لکھے ہیں:

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فارسی، اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاول پور

> گوجرانوالہ پنجاب کے ایک علمی خاندان کے قابل فرد تھے۔ خوش نویس، عالم، شاعر، مؤرخ ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجے کے جلد ساز بھی تھے۔ اوائل جوانی میں تلاش روزگار کے لیے ریاست بہاول پور آئے۔ پہلے خان پور میں ناظم میر محمد خان کے دفتر میں امیدوار ہوئے۔ اپنی خوش قلمی کے باعث ہر دلعزیز ہو گئے۔ ایک مہر کا چربہ بالکل درست اتارنے کے باعث ناظم خان پور کی نظر میں مشتبہ ہو گئے اور واپس بہاول پور آ گئے۔ یہاں صاحب بہادر پولیٹیکل ایجنٹ ریاست کے دفتر میں ملازم ہو گئے اور رفتہ رفتہ اپنے کمالات کی وجہ سے نائب سر رشتہ داری کے منصب پر پہنچ گئے۔ مولانا عزیز بعد ازیں صادق الاخبار کے ایڈیٹر اور سرکاری مطبع ''صادق الانوار'' کے قائم مقام سپرنٹنڈنٹ بھی رہے۔ ایک جعلی چیک بنانے کی پاداش میں سزایاب ہو کر بہاول پور جیل میں پہنچے۔ جیل کی زندگی نہایت مرتاضانہ رہی۔ اس جگہ انھوں نے ایک خوش خط ''گلستان'' لکھی۔ اور نواب صادق محمد خان رابع نے ان کے کمال پر رحم فرما کر ان کو نہ صرف قید سے رہائی بخشی بلکہ ان کو جامع مسجد دولت خانہ کا امام بھی بنا دیا۔ اسی ملازمت میں عمر بسر کی۔ (عزیز، نومبر ۱۹۴۴ء، ص: ۷)

نواب صاحب کی بیگم خیر النساء، معروف بہ گامن خاتون، (وفات: ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء) کو، جنھیں نواب صاحب کے مزاج میں خاص دخل تھا، عزیز سے خاص عقیدت تھی۔ وجہ یہ تھی کہ ایک زمین دار گھرانے سے تعلق رکھنے والی گامن خاتون شاہی حرم میں آنے سے قبل کسی مقدمے میں ماخوذ ہو کر بہاول پور کے قید خانے میں لائی گئیں۔ جیل کے سپرنٹنڈنٹ شیخ حسین بخش ہوشیار پوری اور ڈاکٹر میڈورام سے عزیز کے دوستانہ مراسم تھے۔ آپ ان سے ملنے جیل گئے تو وہاں گامن خاتون سے بھی ملاقات ہوئی جو جیل میں بھی نماز اور روزے کی پابند تھیں۔ انھوں نے عزیز سے اپنی رہائی کے لیے کوئی تعویذ یا وظیفہ طلب کیا۔ آپ نے تعویذ دیا اور رہائی کے لیے ایک وظیفہ بتایا جو چالیس (۴۰) دن پڑھنا تھا۔ ابھی وظیفہ شروع کیے گیارہ دن ہوئے تھے کہ نواب صاحب جیل کے معائنے کے لیے آئے۔ گامن خاتون وظیفے میں مشغول تھیں چناں چہ نواب صاحب کی جانب آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا اور نہ ہی تعظیم کے لیے کھڑی نہ ہوئیں۔ شیخ عظیم نے ٹوکا تو انھوں نے جواب دیا کہ میرے سامنے دو جہان کے بادشاہ کی کتاب کھلی ہوئی ہے، کیا میں اسے چھوڑ کر اس بادشاہ کی تعظیم کروں؟۔ نواب صاحب اس بات سے متاثر ہوئے اور جیل میں ہی انھیں نکاح کا پیغام بھیجا اور یوں چالیس روز سے قبل ہی وہ ریاست کی ملکہ بن گئیں۔ گامن خاتون نے اس واقعے کو عزیز کے بتائے وظیفہ کا نتیجہ جانا اور ریاست میں ان کے لیے مراعات کا خصوصی اہتمام کیا (منظور حسین، ستمبر، ص: ۲۰)۔ نواب صاحب کی سال گرہ، عیدین اور آغاز رمضان پر ان کے لیے الگ الگ انعامات مقرر کروائے۔ عزیز کو سالانہ وظیفے اور دیگر مراعات کے علاوہ ۱۸۵۶ء میں چار سو روپیہ سفر خرچ دے کر مناسکِ حج کی ادائیگی کے لیے بھیجا گیا۔ اس مقصد کے لیے پانچ ماہ کی رعایتی رخصت اور پیشگی تنخواہ بھی دی گئی (عزیز، ۱۹۰۰ء، ص: ۱۵۰)۔ عزیز فارسی، عربی اور اردو میں شعر کہا کرتے تھے۔ ریاست کے نام ور شاعر اور تاجر عبدالرحمان آزاد (۱۸۶۸-۱۹۳۸ء) نے اپنی رہائش گاہ پر ہفتہ وار مشاعرے کا سلسلہ شروع کیا، جس میں عزیز، محرر توپ خانہ منشی فیض بخش، مشیر مال۔ مولانا عبدالمالک صادقی، اور دیگر شعرا کے ساتھ شامل ہوا کرتے تھے (حفیظ، ص:

۴۳)۔عزیز کی تمام تصانیف غیر مطبوعہ ہیں:

۱۔دیوان: ۱۸۹۰ء میں مکمل ہوا۔زیادہ تر صوفیانہ کلام ہے۔اور نعتیہ اشعار ہیں۔ان کے صاحب زادے کیپٹن منظور حسن (۱۸۹۷۔۱۹۷۳ء) کے مطابق یہ دیوان ۲۰۰ صفحات سے زائد صفحات پر مشتمل ہے اور صرف ردیف ''ک'' تک موجود ہے۔امتداد زمانہ کی وجہ سے باقی حصہ تلف ہو چکا ہے۔

۲۔تین منظوم رسالے ترجیع بند:

۱:''ما مریدان پیر خماریم''۲:''ما عزیزان چشم بیماریم''۳:''ما عزیزان روی دلداریم''۔

پہلا ترجیع بند نواب صاحب کے مرشد کے پاس خاطر سے لکھا اور ہمہ اوست کے عقیدے کا مظہر ہے۔ما عزیزان چشم بیماریم ۱۴۸۰ اشعار کا ترجیع بند ہے۔اور ہر بند کا آخری شعر یہ ہے:

کہ بجان اسیر طرۂ دوست ہر چہ آید ز دست یار نکوست

''ما عزیزان روی دلداریم'' کے ہر بند کا آخری شعر یہ ہے:

کہ بگوش یقین شنو ای دوست　　　　ہر چہ پیدا بدان کہ ہمہ زوست

۳۔مسدس نعتیہ بہ تضمین سعدی شیرازی یہ مسدس ایک سو ایک اشعار پر مشتمل ہے۔اور اس کا ہر بند سلاست کلام اور روانی کا مظہر ہے۔

۴۔باز نامہ کا اردو ترجمہ

۵۔سفر نامۂ حج

یہاں ان کے دیوان سے ایک غزل بہ طور نمونہ درج کی جاتی ہے:

چشم من بی روی تو ہر شب گہر ریزی کند　　　　دود آہ آتشینم شعلہ انگیزی کند

در خیال زلف مشکینت دل شیدای من　　　　تا سحر در خواندن واللیل شب خیزی کند

بی وفایی بین زند فرہاد چون تیشہ بسر　　　　از غمش بگذشت شیرین جشن پرویزی کند

جوش وحشت حیف در یک جا قرارش کی دہد　　　　چونکہ دل را شہسوار شوق مہمیزی کند

تلخ کامان الم را کام جان شیرین شود　　　　در سخن لعل لبش چون شکر آمیزی کند

صد ہزاران دل ربابد پیچ و تاب زلف او　　　　چونکہ بر رخسار زیبایش دلآویزی کند

این غزل از شوخی فکرت چہ گفتی ای عزیز　　　　مرحبا صد بار از دل روح تبریزی کند

(منظور حسن، جنوری ۱۹۶۳ء، ص: ۲۴)

اس دیوان میں وہ غزلیں شامل نہیں ہیں جو گاہے گاہے صادق الاخبار میں ۱۸۹۰ء سے ۱۹۰۰ء تک مولانا غلام قادر

گرامی جالندھری (۱۸۵۶ـ۱۹۲۷ء) کی طرحوں پر لکھی گئیں۔ ان دونوں کی غزلیں اس اخبار میں ساتھ ساتھ شائع ہوا کرتی تھیں۔ گرامی کی ایک غزل ہفت روزہ وکیل، امرتسر (ہندوستان) میں شائع ہوئی جس کا مطلع تھا:

دود آہم حلقہ بر زد آسمان نامیدمش　　　سینہ ام شد منزل غم یا جہان نامیدمش

(گرامی، غلام قادر، ص:۶۷)

عزیز نے اسی زمین میں ایک غزل کہی، جو صادق الاخبار میں شائع ہوئی:

کج کلاہی را چو دیدم شہ جہان نامیدمش　　　برد شوخی دل ز دستم دلستان نامیدمش
سبز شد خامہ بدستم چون خط سبزش نوشت　　　از صریرش طوطیٔ شیرین زبان نامیدمش
یک نظر سیر لب لعلش بہ خوابم دست داد　　　شوخی گلگونہ را لعل یمان نامیدمش
کِشت در کِشت دل من زردیٔ ہجران فلک　　　من زردیٔ خندہ کشت زعفران نامیدمش
دلستان من بہ ترغیب رقیب کینہ توز　　　داد دشنامم بہ شوخی ارمغان نامیدمش
بسکہ از بت خانہ ہای عشق رنگین شد دلم　　　کاغذ ابری چہ باشد زر فشان نامیدمش
طالب مولای خود شو دین و دنیا را گذار　　　ہر چہ می فہمند مردم این و آن نامیدمش
از پی دادن زکوٰۃ حسن دلکش نامیدش　　　از تغافل شد روان گنج روان نامیدمش
از ستم چرخ ستمگر تیر خوردم سر بر سر　　　خون چکید از چہرۂ دل ارغوان نامیدمش
شعلہ آہم ہمچو بر شد سوخت ہجر و وصل را　　　دل سمندر روش شد اخگرستان نامیدمش
طرح نو دیدم گرامی ریخت از نوک قلم　　　در فصاحت شاعر شیرین بیان نامیدمش
خاک پای چار یاران محمد شو عزیز　　　این عقیدہ را نجات جاودان نامیدمش

(صادق الاخبار، ۲۱ نومبر، ۱۸۸۹ء، ص:۴)

خطاطی و خوش نویسی، ان کا ایک بڑا وصف تھا، جس کی بنا پر نواب صاحب کی طرف سے انھیں ''یاقوت رقم'' کا خطاب دیا گیا۔ ریاست بہاول پور کی تمام بڑی مساجد میں قرآنی آیات اور نقاشی کے نادر نمونے اپنے ہاتھوں سے تحریر کیے (عزیز، نومبر ۱۹۴۴ء، ص:۱۷)۔ صادق گڑھ محل کی جامع مسجد، احمد پور کی جامع مسجد، بہاول پور کی مسجد دولت خانہ، اور ریاست کی اکثر دوسری مساجد میں ان کے ہاتھ کے لکھے قطعات بطور کتبہ کندہ تھے۔ دولت خانہ بہاول پور (تاسیس: ۱۸۷۸ـ۱۸۸۱ء) کی مسجد[۲] کے خطیب مقرر ہوئے اور یہاں خطاطی اور نقاشی کا ایک باقاعدہ شعبہ ان کی سرپرستی میں قائم ہوا۔ خواجہ فرید اپنی بہاول پور آمد کے موقع پر اسی مسجد میں اپنے معتقدین سے ملاقات کرتے تھے اور خصوصاً نماز جمعہ کی امامت خود کروایا کرتے تھے (صادق الاخبار، ۲۸ مئی، ۱۸۸۵ء، ص:۷)۔ اسی مسجد میں داخل ہوتے ہی سامنے پیشانی پر

دائیں جانب چوب قلم سے، اور مسجد کے بڑے دروازے کے اندر کی جانب زرد زمین پر لاجوردی قلم سے فارسی اشعار عزیز کے ہاتھ سے خوش خط لکھے تھے۔ یہ تینوں کتبے خطاطی کے نادر نمونے تھے۔ معماران کے خاکے تیار کر کے پنجاب کی دوسری مسجدوں میں لے جاتے تھے (منظور حسن، ستمبر ۱۹۶۲ء، ص: ۱۷)۔ اس دور میں بہاول پور میں جتنے بھی خوش نویس تھے، وہ ان کے شاگرد تھے یا شاگردوں کے شاگرد تھے۔ مثلاً نواب صادق محمد خان خامس (۱۹۲۴-۱۹۶۶ء) کے عجائب خانہ سلطانی کے شاہی خطاط مولوی محمد ہاشم (۱۸۷۸-۱۹۴۳ء)؛ خوش نویس دفتر وزیر اعظم ریاست مولوی محمد کاظم (۱۸۸۹-۱۹۸۱ء)؛ اور مولوی سراج احمد ٹوپیوں والے آپ کے عزیز شاگردوں میں سے تھے (میرانی، ص ۹۴)۔ بڑے بڑے استادان فن آپ کے قلمی معجزات دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے (عزیز، نومبر ۱۹۴۴ء، ص: ۷)۔ نوابان بہاول پور کے ذاتی کتب خانے۔ کتب خانہ سلطانی میں ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نمونے موجود تھے۔

دیوان حافظ کا ایک نسخہ نہایت نفیس کاشمیری کاغذ پر سنہری جدولوں اور نقش و نگار جواہری سے لکھا ہوا ان کی کتابت کا اعلیٰ ترین نمونہ تھا۔ ہر صفحے کے نقوش و نگار دوسرے صفحے سے مختلف تھے۔ بقول عزیز الرحمان عزیز، یہ ایک ایسا کمال ہے کہ بہت ہی کم ماہرین فن اس قدر ضخیم سلسلہ نبھا سکیں گے۔ اس دیوان کو عجائبات خطی میں شمار کیا جاتا تھا۔ ۱۹۱۰ء کی پہلی نمائش، منعقدہ لاہور میں ریاست کی جانب سے یہ نسخہ اور مولوی سراج الدین (وفات: ۱۳۱۰ھ) کے ہاتھ کا لکھا نسخہ [۴] بھی بھیجا گیا۔ اس زمانے میں ایک امریکی سیاح نے ان دونوں نسخوں کے عوض پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) روپے ہدیہ پیش کیا تھا، جو ریاست نے قبول نہ کیا (منظور حسن، ستمبر ۱۹۶۲ء، ص: ۲۰)؛ قرآن مجید کا دو جلدوں پر مشتمل ایک نسخہ، جو دیوان حافظ کے مذکورہ بالا انداز میں بہترین عربی خط میں کتابت کردہ کتب خانہ سلطانی میں موجود تھا۔ ان دونوں نسخوں کو عجائبات خطاطی میں شمار کیا جاتا تھا۔ عزیز نے نواب صاحب کی فرمائش پر **بازنامہ** کا فارسی سے اردو ترجمہ کیا اور اسے اپنی طلائی قلم کاری سے مزین کر کے انھیں پیش کیا؛ دیوان حضرت خواجہ غلام فرید کا زرفشان کاغذ پر کتابت کردہ ایک نسخہ، جو جواہرات اور نہایت خوب صورت طلائی کام سے مزین تھا۔ اس نسخے میں خواجہ فرید کی ڈھائی سو سے زیادہ کافیاں تھیں۔ بقول عزیز الرحمان عزیز نہایت صحت اور اصل جامع دیوان کی تصحیح کے بعد کتب خانہ میں داخل کیا گیا تھا؛ اپنا سفرنامۂ حج بھی لکھ کر نذر کیا، جو شاہی کتب خانے میں ایک ان مول اضافہ تھا (عزیز، نومبر، ۱۹۴۰ء، ص: ۴۸)؛ لاہور کے مشہور خوش نویس امام ویردی کے نواب صاحب کو پیش کیے جانے ایک قطعہ کے جواب میں عزیز کے لکھے ہوئے چار قطعات بھی عجائب خانہ سلطانی میں محفوظ تھے جن پر زرکاری عزیز نے کی اور نقاشی اور لاجورد کا کام مولوی فیروز الدین، ساکن کوٹ لدھانے کیا، جو دربار کے صحاف اور نقاش تھے۔ دراصل امام ویردی نے ایک قطعہ لکھ کر نواب صاحب کی نذر کیا۔ شعر قطعہ یہ تھا:

نبشتہ بر در جنت بخط سبز و جلی   شفیع روز قیامت محمد ست و علی

نواب صاحب نے وہ قطعہ عزیز کو دکھایا، جس کا مقصد دراصل انھیں مقابلے پر اکسانا تھا۔ عزیز نے بھی اس کے جواب میں

نہ صرف اوپر کے شعر کا ایک قطعہ مطلّا اور مذہب لکھ کر پیش کیا بلکہ مزید تین قطعات بھی تیار کر کے پیش کیے:

نبشتہ بر در جنت بخط نستعلیق	شفیع روز قیامت محمد و صدیق
نبشتہ بر در جنت بخط خوب از زر	شفیع روز قیامت محمد ست و عمر
نبشتہ بر در جنت بہ صنعت ریحان	شفیع روز قیامت محمد ست و عثمان

(قلعہ داری، احمد حسین، ص:۱۹۶)

عزیز کی تاریخ گوئی اور مادہ نویسی ایک طوالت طلب موضوع ہے لیکن یہاں ایک مختصر نمونہ پیش کیا جائے گا[۵]۔ ریاست بہاول پور میں جشن و تقریبات کا سلسلہ اور اس موقع پر شعر و ادب کی سر پرستی تقریباً ہر نواب کے دور میں معمول رہی۔ ریاست کے فرماں رواؤں کی ولادت، سال گرہ، شادی، صاحب زادگان کے تولد، موتراشی، ختنے اور عقیقے جیسی رسومات اوران کی زندگی کے دیگر اہم مواقع کے علاوہ ریاست میں رونما ہونے والے اہم واقعات یا اہم تعمیرات کی تواریخ کہنا معمول تھا۔ تاریخ گوئی میں ان کے کمال کا اندازہ ان قصائد سے ہوسکتا ہے جو وہ ہمیشہ درباروں: دربار جا ل نشینی، دربار سال گرہ، دربار عید، اور دربار خصوصی تقریبات کے مواقع پر قصائد اور تاریخیں نظم کر کے سرکار میں پیش کرتے اور انعام سے مشرف ہوتے رہے۔ صادق الاخبار کے ایڈیٹر حافظ عبدالقدوس قدسی (دور ادارت: ۱۸۹۶-۱۸۷۹) نے نواب صاحب کی سال گرہ کے دربار منعقدہ ۱۸۹۲ء، بمقام نور محل کی روداد لکھی ہے:

> اس دربار سے اگلے دن ایک اور دربار دولت خانہ پر منعقد ہوا جو نہایت مختصر تھا۔ اس میں صدارت مآب وزیر نے شعرا میں سے چار صاحبوں کو منتخب کر کے باری باری حضور میں پیش کیا...... پھر مولوی محمد عبدالمالک۔ اہل کار محکمہ مال اور وحید دہر مولوی حاجی عزیز الدین۔ خوش نویس سرکار عالی نے ایستادہ ہو کر اپنی شاعری بیان کی...... مولوی صاحب کے قصیدے کو ہم نے پڑھا تھا۔ کمال کیا ہے۔ کل تیس ابیات ہیں۔ سات ہزار چار سو دس تاریخیں طرح طرح سے نکال دی ہیں۔
> (صادق الاخبار، ۲۹ ستمبر ۱۸۹۲ء، ص:۶)

۱۳۱۰ھ میں نواب صاحب کی سال گرہ کے موقع پر تیس اشعار پر مشتمل ایک قصیدہ لکھا۔ اس قصیدے کی صنعتیں شاعر کی زبان سے یوں بیان ہوئی ہیں:

> قصیدہ مدحیہ سال گرہ حضرت ظل اللہ، خلد اللہ ملکہ بصنعتیکہ از مصارع اولی ۱۸۹۲ عیسوی و از منقوطش ۱۳۱۰ ھ و از مصارع ثانیہ ۱۹۴۹ بکرمی و از حروف نقطہ دارش ۱۳۱۰ ہجری و از حروف مہملہ ہر دو مصرع اولی و اخری ۱۲۲۱ ھ سال جلوس غفران پناہ جد امجد بادشاہ و نیز از مصارع اولی اگر حرف غیر منقوط ہر مصرع را بحروف مہملہ ہر یک مصرع جمع کردہ شود ۱۱۲۴ سال ملک گیری جد امجد ممدوح و از مصارع ثانیہ حروف غیر منقوط بحروف مہملہ ہر یک مصرع یک جا کردہ آید ۱۲۷۸ سال تولد حضرت صبح صادق ہویدا می شود۔

اس کی تشریح یوں کی جاسکتی ہے کہ مطلع کے پہلے مصرعے کے نقطہ دار الفاظ کے اعداد جمع کریں تو ان کا مجموعہ ۱۳۱۰ ہوگا۔ اور دونوں مصرعوں کے بے نقط حروف جمع کریں تو ان کے اعداد ۱۲۲۱ ہوں گے۔ اور اگر ہر پہلے مصرع کے حروف غیر منقوط کو کسی بھی شعر کے پہلے مصرع کے غیر منقوط حروف کے اعداد میں جمع کریں تو سال ۱۲۷۸ ظاہر ہوگا، جو ممدوح کا سال پیدائش تھا۔ اسی نہج سے باقی اشعار سے استخراج سال ہوتا ہے۔ تاہم اس دعویٰ کی تصدیق کے لیے حساب جمل کے مطابق ہر مصرع سے تخریج شرط ہے:

خامۂ ما دُر فشاند نقد وہم و فکر ہا — گر نویسد مدح سلطان معظم شاہ ما
نام او صادق محمد خان و عالی مقتدر — عالم دین و اہل دشمن کش و کشور کشا
بلبل باغ و بہار شاہ عباس العلم — غنچۂ گلزار ہارون، ماہ لقا، مامون نوا
ثانی اسکندر و دارا نشان و ماہ شکوہ — خسرو ملک سیاست شاہ امم والا لوا
مدح جمجاہ شد خوشا فکر عزیز آمال عام — جوہر سمط صدا شد در جوابش حبّذا

(منظور حسن، ۱۹۷۲ء، ص: ۱۶۴۔۱۶۵)

ایک سواسی اشعار پر مشتمل مثنوی صادق تحریر کی جو نواب صاحب کے ایک دینی جلسہ قائم کرنے پر نذر کی گئی، جس کے ہر مصرع سے بہ حساب جمل سن ۱۳۱۳ھ نکلتا ہے، جو سال جلوس ہے۔ مثنوی میں حمد، نعت، منقبت صحابہ کے بعد مدح نواب ہے۔ یہ مثنوی فصاحت و بلاغت اور روانی کلام کا ایک عمدہ نمونہ ہے، جو ۱۸۹۵ء میں شاہی کتب خانے کی زینت بنی۔ اس دعویٰ کی تصدیق کے لیے بھی حساب جمل کے مطابق ہر مصرع سے تخریج شرط ہے:

باسم صادق بخشندہ جان — ز لوح فضل دادہ نور ایمان
بنام صادق بخشندۂ دین — نصیری کافہ آشفتہ آیین
تعال اللہ زہی والی دستار — نمایندہ بدل برہان گل از خار
زیادہ نقش بلبل رنگ بستہ — بصد حسنی ببرگ گل نشستہ

(رانجھا، محمد نذیر، ص: ۴۰۸۔۴۰۹)

۱۸۹۰ء میں انھوں نے ۴۳ اشعار پر مشتمل ایک قصیدہ خط گلزار میں لکھ کر نواب صاحب کی نذر کیا۔ اس قصیدے میں بقول شاعر صنعت یہ ہے کہ اس کے پہلے مصرع سے ۱۳۰۸ اور دوسرے مصرع سے ۱۸۹۰ء برآمد ہوتا ہے۔ چند اشعار:

چون شدم بیدار از خواب الم — در زمان ہرگز ندیدم درد و غم
ہر کسی را دیدم از عیش و نشاط — می سراید نغمہ ہا در زیر و بم
بوستان دیدم ز شادی بارور — ہر درخت از میوہ شد بہم

(رانجھا، محمد نذیر، ص:۴۰۹)

۱۳۱۶ھ میں عزیز نے اپنی مربیہ۔ گامن خاتون کی وفات پر لوح مزار کے لیے قطعہ کہا:

عزیزا! سال ترحیلش رقم کن ''نبی المجتبیٰ بادا شفیعش'' (۱۳۱۶ھ)

اسی سال، چند ماہ بعد نواب صاحب بھی وفات پا گئے۔ عزیز نے ایک سو ایک اشعار کا مرثیہ لکھا۔ چند اشعار:

سال پیدایش برآمد از ''چراغ کامیاب'' (۱۲۷۸ھ)
''والا'' و ''ابدال'' و ''پاک آواز'' شد عمر روان (۱۳۱۶ھ)
گر ز من پرسی سن ترحیل او ای خواجہ تاش
''درد'' با ''دل، دل'' بہ ''غم'' مجموع شد تاریخ آن (۱۳۱۶ھ)
مصرع موزون ترحیلش عزیز الدین گفت
''کرد رحلت زین جہان آن عمدہ نواب زمان'' (۱۳۱۶ھ)
(عصمت درانی، ص: ۱۳۷)

نواب صاحب کے ہاں ۲۳ اکتوبر ۱۸۸۳ء کو ایک فرزند محمد مبارک خان، معروف بہ نواب بہاول خان خامس (۱۸۸۳۔۱۹۰۷ء) کی ولادت ہوئی (عزیز، ۱۹۳۹ء، ص: ۷)۔ اس موقع پر عزیز نے قطعہ تاریخ ولادت کہا:

با مداد آلہ نسیم فضل الہ مژدہ آورد آمد محبوب
وہ چہ این مژدہ کہ بنمود است در دلم نقش خورمی مکتوب
آمدہ در مجلس سرای رفیع والئ ملک با کرم منسوب
نیک فرزند چو مہ تابان خوش لقا ہمچو یوسف یعقوب
یا رب این نونہال عباسی باد دایم شگفتہ و مرطوب
سال تاریخ از سر بلبل فی البدیہہ آمد ''گل مرغوب'' ۱۳۰۰ھ

(صادق الاخبار، ۳۰ اکتوبر ۱۸۸۳ء، ص: ۴)

صنعت زبر و بینات، تاریخ گوئی کی مشکل صنعت سمجھی جاتی ہے۔ نواب محمد بہاول خان خامس نے ۳ مئی ۱۹۰۱ء کو انٹرنس کا امتحان پاس کیا تو عزیز نے ۴۸ اشعار کی ایک تاریخی مثنوی اسی صنعت میں لکھی۔ مصرع آخر سے زبر و بینات کے اعداد جمع کرنے سے سال ۱۳۱۹ھ نکلتا ہے۔ اسی تقریب کی مناسبت سے ۲۳ اشعار پر مشتمل ایک اور قصیدہ لکھا گیا۔ چند اشعار:

صبحدم کز جانب مشرق برآمد آفتاب ہمچو بخت بادشاہ بیدار شد چشمم ز خواب
بہر سالش بر گرفتم خامۂ زرین نگار گفت طبعم ای عزیز دین احمد گو شتاب

مصرع بر جستہ تر گفتم چو در شاہوار		''عمدہ نواب جہان درامتحان شد کامیاب'' (۱۳۱۹ھ)

(منظور حسن، جنوری ۱۹۶۳ء، ص: ۲۲)

۱۹۰۱ء میں نواب محمد بہاول خان خامس نے ریاست کا دورہ کیا۔ اس دورے کی تفصیل پر مشتمل ایک مثنوی صنعت زبر و بینات میں لکھی۔ چند اشعار:

شہی صاحب حشم فخر برایا	ز خیر مقدمش شادان رعایا
سیاحت کرد در ملک ریاست	بہ ہمت با فراست بادرا ست
گرفتم خامۂ زرین نگاری	برای سال سیر شہر یاری
عزیزا گو کہ بر ہر کس سمات است	بآئین زبر ہم بینات است
مسیحا شد بہ سال خود صلا دہ	''زسبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ'' (۱۹۰۱ء)

(منظور حسن، ۱۹۷۲ء، ص: ۱۷۲)

اسی صنعت زبر و بینات میں ایک قطعہ ریاست کے وزیر میر ابراہیم علی خان (بار اول: ۱۸۵۳-۱۸۹۲ء، بار دوم: ۱۸۹۲-۱۸۹۸ء) کے ہاں فرزند کے تولد پر کہا:

بمشکوی دستور اعظم خدا	عطا کرد فرزند فرخ سیر
چہ گویم پسر غازہ روی جان	دُر گوش دل توتیاے بصر
پسر نور دل پسر نور جان	پسر نامدارو پسر نامور
پسر چار مین ست چون ماہ نو	پی حاسدان خار شد در جگر
خدایا بکن عمر آن رشک مہ	کہ تا بر فلک دور شمس و قمر
گرفتم پی سال او چون قلم	چہ گفتا بگوشم سروش فکر[۶]
بطرز زبر بیّنات ای عزیز	بگو ''زہ زہ آن نور چشم پدر'' (۱۳۰۷ھ)

(صادق الاخبار، ۱۷ اکتوبر، ۱۸۸۹ء، ص: ۴)۔ ریاست کے ایک عہدے دار عبدالرحمان کے ہاں فرزند کے تولد کی خبر علی الصبح ملی تو ارتجالاً فرمایا: غنچۂ مژدہ صبح دم بدمید (۱۳۱۸ھ)

عزیز نے اپنے بیٹے منظور حسن (۱۳۱۴ھ) اور پوتوں: سلیم اختر (۱۳۴۱ھ) اور سعید اختر (۱۳۴۵ھ) کی ولادت پر ان کے تاریخی نام رکھے (عبداللہ قریشی، محمد، ص: ۵۵۵)۔ شیخ محمد نصیر الدین (عہد وزارت: ۱۸۹۰-۱۹۲۰ء)، اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، ضلع جھنگ، ریاست بہاول پور کے مدار المہام مقرر ہوئے۔ عزیز نے بہ طور تہنیت ایک سو بیس (۱۲۰) اشعار پر مشتمل ایک تاریخی مثنوی لکھی جس کے ہر مصرع سے سال تقرر ظاہر ہوتا ہے۔ ۱۹ جون ۱۸۹۰ء کو شیخ نصیر

الدین،عزیز سے ملنے ان کے گھر آئے تو ایک طویل قطعہ تاریخ کہا۔ چند اشعار:

از عنایات خدا وند کریم		در ریاست شد وزیر بی نظیر
نام آن والا نسب عالی تبار		شد نصیر الدین امیر ابن الامیر
در صلاح کار امر مملکت		اندرین عالم نمی دارد نظیر
گو عزیزا سال او زین مصرعہ		''شد نصیرالدین وزیر ابن الامیر'' (۱۳۰۷ھ)

(منظور حسن، ۱۹۷۲ء، ص:۱۶۶)

نواب صاحب کے دور میں تعمیر ہونے والی تمام بڑی مساجد کی تاریخ بھی عزیز نے نکالی۔ صادق گڑھ محل کی جامع مسجد میں عزیز کی فکر اور خطاطی کے نمونے آج تک کندہ ہیں جن سے تاریخ آغاز و اختتام تعمیر کا علم ہوتا ہے۔ بہاول پور میں حافظ محمد بخش کی مشہور مسجد کی بنیاد ۱۳۰۵ھ میں رکھی گئی۔ لیکن ۱۳۱۲ھ میں اسے وسیع کر کے از سر نو تعمیر کیا گیا۔ ان دونوں مواقع کے قطعات تاریخ:

بنا کرد حافظ چہ مسجد عجیب		بی طاقت قادر ذوالجلال
چو پرسیدم از عقل تاریخ او		بگفتا ''خہی مسجد بی مثال'' (۱۳۰۵ھ)

در بہشت برین محمد بخش		جای دل کش بخویش کرد بنا
از پی سال او موذن دل		بانگ زد ''خانۂ خدای ما'' (۱۳۱۲ھ)

(منظور حسن، جنوری ۱۹۶۳ء، ص:۲۲)

گوجرانوالہ میں پہلی جامع مسجد ۱۳۰۱ھ میں ایک تاجر شیخ نبی بخش نے تیار کروائی۔ شیخ نبی بخش کے بھائی شیخ صاحب دین نگران تعمیر تھے۔ عزیز نے مولانا سراج الدین کی فرمائش پر فی البدیہہ قطعہ تاریخ کہا جو مسجد کے اندرانی دروازے پر ثبت ہوا:

بسی شیخ صاحب دین نبی بخش		زہی مسجد بنا گردید خوش تر
پی ارباب دین جاے عبادت		براے خود بہشتی ساخت برتر
امامش شد سراج الدین احمد		فقیہہ و عابد و فاضل خرد ور
عزیز از بہر تاریخش رقم زد		''چہ فرخ جامعی اللہ اکبر'' (۱۳۰۱ھ)

(منظور حسن، اکتوبر۔نومبر ۱۹۶۲ء، ص:۲۷)

اس مسجد کا دروازہ چودہ (۱۴) سال کے بعد تعمیر ہوا۔ دروازے کی پیشانی کے لیے یہ قطعۂ تاریخ ارتجالاً کہا:

چو مسجد حلیہ اتمام پوشید		برای سال کردم فکر رنگین

بخوابم سید لولاک فرمود　　　حدیث من نگار از کلک مشکین
نوشتم حسب موقع، حسب ارشاد　　　حدیث پر معانی پر مضامین
دعا گویم برای بانی او　　　نبی بخشش طفیل سورہ یٰسین

اللھم افتح لی ابواب رحمتک (۱۳۱۵ھ)

(منظور حسن، ۱۹۷۲ء، ص:۱۶۹)

نواب صادق محمد خان ثانی (۱۸۰۹ـ۱۸۲۵ء) کے درباری مورخ مولوی محمد اعظم بہاول پوری (۱۷۶۹ـ۱۸۶۷ء) کی کتاب حلیۃ النبی کو عزیز نے کتابت کیا۔ یہ کتاب مطبع صادق الانوار سے ۱۸ اگست ۱۸۷۹ء کو دوسری مرتبہ طبع ہوئی۔ اس موقع پر عزیز کا قطعۂ تاریخ:

چون بہ وقت احسن و ساعت سعید　　　یافت زیب انطباع طبع قبول
سال تاریخ از سرِ صحت رسید　　　''واہ مکرر طبع شد حلیۂ رسول'' (۱۲۹۶ھ)[۷]

(اعظم، ص:۳۲)

عزیز کی وساطت سے مولانا خلیل احمد سہارن پوری (۱۸۵۲ـ۱۹۲۷ء)) اور مولانا عبدالمالک صادقی (۱۸۵۵ـ۱۹۴۱ء) ریاست بہاول پور تشریف لائے۔ مولانا خلیل احمد بہاول پور کے مدرسہ عربیہ کی صدر مدرسی پر لائے اور ۱۲ سال تک یہاں مقیم رہے۔ ان کے ہم اعتقاد اور ہم مسلک تھے۔ علماے دیو بند کے مسلک کے ساری عمر حامی رہے۔ انھوں نے ہی رد بدعات میں مولانا سے ایک کتاب ہدایات الرشید الی اقوام العنید لکھوائی جو رئیس شہر غلام مرتضیٰ شاہ کی مالی اعانت سے ۱۳۰۶ھ میں، بہ اہتمام حافظ محمد عبدالقدوس، مطبع قدسی، دہلی سے شائع ہوئی۔ اس موقع پر عزیز نے درج ذیل قطعہ لکھا، جس کے ہر مصرعہ سے چار الگ الگ سن ظاہر ہوتے ہیں:

بفضل اللہ کاین نسخۂ کام جان (۱۸۸۹ عیسوی)　　　شدہ تم بالخیر بی طعن ریب (۱۹۴۵ بکرمی)
زہر چار مصرعہ سنش بین جدا (۱۲۹۶ فصلی)　　　زہی طبع شد نسخہ بی نیل عیب (۱۳۰۶ ھجری)

(خلیل احمد، ص:۸۸۵)

اس کتاب پر عزیز نے تین صفحات پر مشتمل فارسی تقریظ بھی لکھی جو کتاب کے آغاز میں بطور دیباچہ شائع ہوئی۔ تقریظ کے ہر فقرے سے ۱۳۰۶ نکلتا ہے۔ اس دعویٰ کی تصدیق کے لیے بھی ہر مصرع سے حساب جمل کے مطابق تخریج لازم ہے۔ چند سطور بہ طور نمونہ:

حبذا کہ این کتاب کمال۔ بافضل قادر بیھمال۔ و بعنایت عامہ سید الانام و صاحب الحسام و القلم۔ و بعزت چھار یار و آل مجاد اھل جود و کرم۔ چہ کتابیکہ ھر حرفش مودب۔ و چہ کلاسیکہ معانی او مفصل و مھذب۔ پر از مدح و خوبی چھار یار۔ دو توصیف آل مبارک و اطھار۔ زیب دہ

مجلس عالمان ذوی العقول۔ و تیرگی افزای دل کافه حاسدان نا معقول۔ باطل ساز یکسر مذهب ناحق۔ الحق مشاهده قدرت حق۔ تیر ادب بجگر دشمنان بی ادب۔ گلزار معانی اهل مذاق۔ کلید خیالات عقل۔ مبسوط از ثقات نقل۔ روایات او مسند از کتب امامیه۔ چهار زیب ده انجمن مقلدان مذهب حنفیه۔ جهان آرا نسخهٔ رنگین۔ نکتهٔ نادر و شیرین۔ منشور سخن۔ رفع بد ظن۔ سبحان الله چه کلامیست بی بدل که از دید و شنید بعید۔ و نام نامی آن کلام هدایات الرشید۔ از تالیف منیف عالم صحیفه ربانی۔ امام ائمه و حافظ کلام یزدانی۔ رکن و حامی دین خدا و رسول۔ راست گو عالم معقول و منقول۔ وحید الدهر شریعت پناه۔ مستند و طریقت آگاه۔ قاری بادب و حاجی حرمین شریفین۔ حسب ارشاد و امداد جناب معلی القاب۔ قدسی نژاد والانهاد۔ وز سعی بی حد عبدالقدوس رونق یافته۔ حلیه اتمام پوشیده پسند دل دانا گردید۔ در دیدهٔ احباب یقین سرمهٔ نور کشید۔ التماس بجناب والا طبعان ستوده آئین۔ بصد عجز و به هزار نیاز از نیاز مند عقیدت گزین۔ که باین چنین سیاق طرز کلام بی محاوره می شود (خلیل احمد، ص: ۸۸۳-۸۸۴)

مولوی غلام غوث غلامی آپ کے دوست اور رفیق تھے۔ ان کی کتاب فیروز نامہ ۱۳۰۵ھ میں مطبع محمدی، لاہور سے طبع ہوئی۔ عزیز نے عمدہ تقاریظ، قطعات اور قطعات تاریخ طباعت لکھے۔ مثلاً:

چو این نظم غلامی چون نظامی — بصد خوبی چکید از نوک خامه
پی تاریخ طبعش ہاتف غیب — بگوشم گفت ''خوش فیروز نامہ'' (۱۳۰۵ھ)

قصهٔ فیروز شه شاه زمان — گشت از کلک غلامی نامور
گفت طبعم سال طبعش ای عزیز — ''واقعی فیروز نامه عمده تر'' (۱۳۰۵ھ)

(غلامی، غلام غوث، ص: ۱۳۴)

مولوی سراج الدین جو عزیز کے پھوپھی زاد بھائی اور گوجرانوالہ کے جامع مسجد شیرانوالہ باغ کے متولی اور خطیب اور خط نسخ کے ماہر استاد تھے (خورشید عالم گوہر قلم، ص: ۱۷۲)، کی وفات پر قطعہ تاریخ لکھا[۸]۔ اس قطعہ کی صنعتیں بزبان شاعر یوں بیان ہوئی ہیں:

بصنعتیکه از هر مصرعه تاریخ ۱۳۱۰ هجری و از منقوط و غیر منقوط هر بیت جدا جدا تاریخ و با انضمام منقوط مصرعه اولیٰ با منقوط مصرعه ثانی خواه ثالث خواه رابع خواه هر مصرعه که باشد علیحده تاریخ است و اگر غیر منقوط را با غیر منقوط به همین طریق با هر مصرعه که خواهی ضم کنی و نیز منقوط را با غیر منقوط و خواه غیر منقوط را با منقوط از هر کدام مصرعه بهم نمائی در هر صورت سنه مذکور جداگانه بر می آید و بروی حساب جمل باین طریق ازین اشعار دو هزار پانصد و پنجاه و شش تاریخ هویدا می شود۔''

یعنی ایسی صنعت کا استعمال کیا ہے کہ اس کے ہر مصرع سے ۱۳۱۰ کی تاریخ نکلتی ہے اور ہر شعر کے نقطہ دار اور بے نقط الفاظ سے الگ الگ تاریخ نکلتی ہے۔ مصرع اول کے نقطہ دار الفاظ کو مصرع ثانی، یا مصرع ثالث یا چوتھے مصرعے یا کسی بھی مصرع سے علیحدہ سے تاریخ نکلتی ہے۔ اور اگر بے نقط الفاظ کو نقطہ دار کے ساتھ ضم کیا جائے اور نقطہ دار کو بے نقط یا بے

نقط کو نقطہ دار سے ملائے تو جس مصرع کو بھی یکجا کرے، ہر طرح سے درج بالا سن الگ سے نکلے گا۔ اور حساب جمل کی رو سے اس طرح کے اشعار سے دو ہزار پانچ سو چھپن تاریخ برامد ہوگی۔

وہ جناب مولوی عارف گہر قدسی نشان　　واقف درگاہ و نامش بُد سراج الدین عیان
چشمۂ شرع محبت مامن صاحب حکم　　نامۂ درس اصالت نور اقطاب جہان
کاتب جوہر رقم منقاد احکام سداد　　نصرت اہل و داد و قبلۂ ہر انس و جان
ہادی اقوام مسلم عارف روشن جبین　　مصدر علم کمال و خواجہ صاحب دلان
جان خدارا داد در دم عابد والا محل　　آہ شب درد و ملال و سوگ دل شد در جہان
باد در جنت مقام آن نکو کار و سگال　　ہمدمش در صدر عالم بادشاہ دو جہان
ای عزیز از دل دعاے پر اثر با قوم گو　　جسم او در لحد باشد، روح والا شادمان
این قصیدہ گفتہ ام در دہر والا لاجواب　　جان فدا سازند بر وجہ قیاسم شاعران

(صادق الاخبار، ۲۲رجون ۱۸۹۳ء، ص:۵)۔

عزیز، بدیع گوئی میں صنعت غیر منقوطہ کے بے مثل استاد تھے۔ تینتیس اشعار کا مرثیہ لکھا جس میں ایک حرف پر بھی نقطہ نہ آیا:

عالم کامل مکرم ہم امام　　عالم علم مکمل لا کلام
مہر اسلام محمد اسم او　　در معما کردہ ام طرح کلام
کار او امداد مسلم سال ومہ　　حاسد اسلام را او اصطلام
کلک او در دہر آمد سحر کار　　آمدم در مدح او لال و کہام
مردم ار علم و عمل را گرد کرد　　آمدہ در ہر دو سردار و ہمام
سال مرگ او حوالہ کلک کرد　　''گور او مسرور در دارالسلام'' (۱۳۱۰ھ)

(قلعہ داری، احمد حسین، ص:۱۹۸)

حضرت خواجہ غلام فرید (۱۸۴۵-۱۹۰۱ء) کی وفات پر قطعہ تاریخ وصال لکھ کر نواب صاحب کو پیش کیا:

ہادی شاہ ما غلام فرید　　شربت مرگ ناگہان نوشید
در غم و رنج آن ولی اللہ　　ماتمی نیست محشریت پدید
''آہ و افسوس و حسرتا دردا''　　در جہان وِرد ہر زبان گردید
چون نالند قدسیان بغمش؟　　چون نگریند مشتری ناہید؟
گشت ماتم کدہ زمین و زمان　　کسوت تعزیت فلک پوشید

آن چراغ شریعت اسلام　　آن سراج طریقت توحید
نصرت او را ز شہپر جبریل　　حاصل او را ز قدسیان تایید
عاشق ذات، عارف کامل　　شاعر باکمال، ادیب وحید
فیضش انبار تا کران بہ کران　　جودش از ہند تا عرب برسید
سال تاریخ این غم جانسوز　　از عزیز حزین خرد پرسید
باغبان دلم ز رنج و الم　　گفت 'بلبل' ز 'باغ فقر' پرید (۱۳۱۹ھ)[۹]

رانجھا، محمد نذیر (ص ۴۱۳-۴۱۴)

حضرت الہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر لکھا گیا قطعہ:

چو الہ بخش معظم پیر ما　　شد ازین فنا در خلد خفت
بست و نہ بُد از جمادی اولین　　روز شنبہ جانش با حق گشت جفت
این چنین در سلک فقر بی ریا　　آسمان از دست خود گوہر نسفت
سال ترحیلش بگوش من عزیز　　''رحمت حق باد بر جانش'' بگفت (۱۳۱۹ھ)

(منظور حسن، جنوری، ص:۲۱)

منظور حسن کے مطابق عزیز ۳ دسمبر ۱۹۰۵ء کو جمعہ کے دن صبح آٹھ بجے اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر گھر آئے تو ذات الجنب کا حملہ ہوا اور ۵ دسمبر ۱۹۰۵ء کو بوقت ظہر دو بجے انتقال کر گئے (منظور حسن، ستمبر ۱۹۶۲ء، ص:۲۲)۔ محمد حسن خان میرانی نے بھی ان کی تاریخ وفات ۵ دسمبر ہی لکھی ہے (میرانی، ص: ۹۳)، لیکن صادق الاخبار کی خبر کے مطابق آپ ۳۱ دسمبر ۱۹۰۵ء، ۱۲ بجے دن کو اس جہان فانی سے رخصت ہوئے (صادق الاخبار، ۴ جنوری ۱۹۰۶ء، ص: ۳)۔ عزیز الرحمان عزیز نے بھی ان کی تاریخ وفات ۴ ذیقعد ۱۳۲۳ھ/ ۳۱ دسمبر ۱۹۰۵ء لکھی ہے (عزیز، نومبر ۱۹۴۴ء، ص: ۷)۔ عزیز بہاول پور کے قبرستان ملوک شاہ میں دفن ہیں۔ ریاست اور بیرون ریاست میں موجود ان کے احباب اور شاگردوں نے کئی قطعات تاریخ کہے، جن کا انتخاب حیات عزیز، از کیپٹن منظور حسن میں موجود ہے۔ عزیز کے فرزند کیپٹن منظور حسن [۱۰] بھی گوجرانوالہ کے نامور شاعر اور ادیب تھے۔ انھوں نے اپنے والد کی اس علمی روایت کو جاری رکھا۔ ان کی کتاب فن تاریخ گوئی ۱۹۷۲ء میں گلوب پبلی شرز، لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔ عزیز کے پوتے اور منظور حسن کے بیٹے راجہ سلیم اختر، ذوالفقار علی بھٹو کے دور وزارت عظمیٰ (۱۹۷۳-۱۹۷۷ء) میں بہاول پور کے کمشنر تھے، جن کے صاحب زادے وسیم حسن راجہ اور رمیز حسن راجہ مشہور کرکٹر رہے ہیں (میرانی، ص: ۹۳)۔

حواشی:

۱۔ بہاول پور میں مولوی عزیز الدین نامی دو شاعر گزرے ہیں، جنھیں عموماً آپس میں خلط ملط کر دیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ان کے فرزند منظور حسن بھی اسی غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں۔ دیکھیے: منظور حسن، فن تاریخ گوئی، ص: ۲۱۳-۲۱۶)۔ یہ دوسرے شاعر: مولوی عزیز الدین عزیز المعروف ساعت ساز (وفات: ۱۸۹۲ء) ہیں، جو بہاول پور کے بلند پایہ علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ گھڑی سازی ذریعہ معاش تھا۔ صاحب دیوان شاعر تھے۔ قصیدہ بردہ کا ترجمہ نظم میں بزبان فارسی، اردو اور پنجابی میں بطور مخمس نظم الورع نام سے کیا، جو ۱۳۰۱ھ میں بمبئی کے مطبع حسینی سے شائع ہوا تھا۔ مزید تفصیل کے لیے: محمد حسن خان میرانی، علمائے بہاول پور، اردو اکیڈمی، ۱۹۹۷ء، بہاول پور۔

۲۔ یہ مسجد اب بھی بلوچ کالونی، بہاول پور میں موجود ہے۔

۳۔ یہ نسخہ مولوی عزیز الدین کی وساطت سے ریاست میں پہنچا تھا۔ نواب صاحب نے اس نسخے پر ایک ہزار روپے کے طلائی اوراق حل کروا کر نقاشی اور زر رنگاری کا کام کروایا تھا۔ دیکھیے: منظور حسن، حیات عزیز (قسط اول)، مشمولہ: نور التعلیم، ستمبر ۱۹۶۲ء، ص: ۲۰

۴۔ بہاول پور کے نوابان اور عمارات سے متعلق ان کے تمام قصائد و قطعات ایک الگ زیر ترتیب کتاب: بہاول پور کا فارسی ادب، از عصمت درانی، میں شامل ہیں۔

۵۔ جب کہ منظور حسن نے یہ مصرع حیات عزیز میں اس طرح لکھا ہے: ''بگفتا بگوشم جناب خضر''۔ دیکھیے: منظور حسن، حیات عزیز، (قسط سوم) مشمولہ: نور التعلیم، جنوری ۱۹۶۳ء، ص: ۱۹

۶۔ اس مصرعہ سے کل ۱۲۰۶ عدد برآمد ہوتے ہیں۔ شاعر نے پہلے مصرعہ میں 'سرِ صحت' یعنی حرف ص کے نوے (۹۰) عدد بھی شامل کرنے کو کہا ہے۔ اس سے ۱۲۹۶ بنتا ہے جو مطلوبہ تاریخ ہے۔

۷۔ یہ قصیدہ العجائب کے خاتمہ پر بھی شائع ہوا ہے، جو سراج الدین کے بڑے صاحبزادے شمس العلما محمد حسین (وفات: ۱۹۲۲ء) کی مرتبہ ہے۔ آپ ایف سی کالج لاہور میں فارسی کے استاد تھے اور العجائب سمیت متعدد کتب تصنیف کیں۔ تفصیل کے لیے: احمد حسین قلعداری، ''قدیم ترین علمی و ادبی ماحول''، مشمولہ مجلہ مہک، ص: ۱۹۸۔

۸۔ بلبل کے عدد ۶۴ بنتے ہیں اور باغ فقر کے ۱۳۸۳۔ شاعر کے اشارے کے مطابق بلبل کے عدد باغ فقر کے اعداد سے نفی کیے جائیں تو مطلوبہ مادہ حاصل ہوتا ہے: ۱۳۸۳ - ۶۴ = ۱۳۱۹ھ

۹۔ کیپٹن منظور حسن کے متعلق مزید تفصیل کے لیے: محمد اقبال جاوید، محمد اکرم رضا، ''قرطاس و قلم کی آبرو-ادبی شخصیات''، مشمولہ مہک، ص: ۶۴۳-۶۴۶؛ محمد عبداللہ قریشی (سال ندارد) کیپٹن منظور حسن، مشمولہ: معاصرین-اقبال کی نظر میں، ص: ۵۵۵-۵۶۰؛ کیپٹن منظور حسن، فن تاریخ گوئی، ص: ۸-۱۰

فہرست اسناد محولہ:

۱۔ اعظم بہاول پوری، مولوی محمد، ۱۸۷۹ء، حلیۃ النبی، طبع دوم، مطبع صادق الانوار، بہاول پور، بحوالہ مثنوی حلیۃ النبی (۲۰۱۵ء)، بہ تصحیح و مقدمہ ڈاکٹر غلام اکبر، مجلس تحقیق و تالیف فارسی، جی سی یونی ورسٹی، لاہور

۲۔ حفیظ، حفیظ الرحمان، ۱۹۴۵ء، حیات آزاد، عزیز المطابع برقی پریس، بہاول پور

۳۔ خورشید عالم گوہر رقم، ۲۰۰۵ء، مخزن خطاطی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور

۴۔ رانجھا، محمد نذیر، ۲۰۰۹ء، تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت (پنجاب) جلد اول، دار الکتاب، لاہور

۵۔ سہارن پوری، خلیل احمد، ۱۳۰۶ھ، ہدایات الرشید الی اقوام العنید، مطبع قدوسی، دہلی

۶۔ عزیز، عزیز الرحمان، ۱۹۰۰ء، صبح صادق، حالی پریس، پانی پت

۷۔ ______، ۱۹۳۹ء، حیات محمد بہاول خان خامس عباسی، عزیز المطابع، بہاول پور

۸۔ غلامی، غلام غوث، ۱۳۰۵ھ، فیروز نامہ، مطبع محمدی، لاہور

۹۔ قریشی، محمد عبداللہ، سال ندارد، معاصرین-اقبال کی نظر میں، نیشنل کمیٹی برائے صد سالہ تقریبات ولادت علامہ محمد اقبال، مجلس ترقی ادب، لاہور

۱۰۔ گرامی، غلام قادر (سال ندارد)، دیوان گرامی، بہ فرمائش شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۱۱۔ منظور حسن، کیپٹن (۱۳۸۷ھ)، فن تاریخ گوئی، گلوب پبلی شرز، لاہور

۱۲۔ میرانی، محمد حسن خان (۱۹۹۶ء) تذکرہ ملوک شاہ، اردو اکیڈمی، بہاول پور

اخبارات و جرائد:

۱۔ صادق الاخبار کے درج ذیل پرچے:

۳۰ اکتوبر ۱۸۸۳ء، ۲۸ مئی ۱۸۸۵ء، ۷ اکتوبر ۱۸۸۹ء، ۲۱ نومبر ۱۸۸۹ء، ۲۱ نومبر، ۱۸۸۹ء، ۲۲ جون ۱۸۹۳ء، ۴ جنوری ۱۹۰۶ء۔

۲۔ قلعہ داری، احمد حسین (۱۹۸۲-۱۹۸۴ء)، ''قدیم ترین علمی و ادبی ماحول''، مشمولہ: مجلہ مہک، گوجرانوالہ نمبر، بمناسبت جشن سیمین، گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ۔

۳۔ عزیز، عزیز الرحمان (نومبر ۱۹۴۰ء)، ''نوادر کتب خانۂ سلطانی''، مشمولہ: العزیز، ماہ نامہ، عزیز المطابع برقی پریس، بہاول پور

۴۔ ______ (نومبر ۱۹۴۴ء)، ''تذکرۃ الشعرا''، مشمولہ: العزیز، ماہ نامہ، عزیز المطابع برقی پریس، بہاول پور

۵۔ عِصمت درانی (جنوری تا جون، ۲۰۱۸ء) ''نوابِ بہاول پور صادق محمد خان رابع اور ان کی مدح میں چند فارسی قصائد و قطعات''، مشمولہ معیار، شمارہ ۱۸، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

۶۔ محمد اقبال جاوید، محمد اکرم رضا (۱۹۸۲-۱۹۸۴ء) ''قرطاس و قلم کی آبرو-ادبی شخصیات''، مشمولہ مجلہ مہک، گوجرانوالہ نمبر، بہ مناسبت جشن سیمین، گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ

۷۔ منظور حسن، کیپٹن (ستمبر، ۱۹۶۲ء) ''حیات عزیز''، قسط اول، مشمولہ نور التعلیم، ماہ نامہ، گورنمنٹ ٹیچرز ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، گکھڑ

۸۔ ______ (اکتوبر-نومبر ۱۹۶۲ء) ''حیات عزیز''، قسط دوم، مشمولہ نور التعلیم، ماہ نامہ، گورنمنٹ ٹیچرز ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، گکھڑ

۹۔ ______ جنوری ۱۹۶۳ء، ''حیات عزیز''، قسط سوم، مشمولہ: نور التعلیم، ماہ نامہ، گورنمنٹ ٹیچرز ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، گکھڑ

Abstract

Maulvi Azizuddin Aziz was a trusted member of Nawab Bahawalpur Sadiq Muhammad Khan. He was a man of many talents. His forte was Tarikhgoi: the art of composing stanza/s showing the year of an event. Apart from this, he was a calligrapher, a court poet and a Mufti. He was dubbed Yaqoot Raqm by the Nawab for his wonderful works in calligraphy. This article presents the life and works of the poet. Aziz wrote tarikh for the mosques were built in the time of Nawab. These mosques still contain the calligraphic works of the calligraphy. Aziz invited Maulana Khalil Ahmed Saharanpuri and spent twelve years there to head the Madresa Arabia of Bahawalpur. During these years, Maulana Saharanpuri had written Hidayaatur Rasheed ila Aqwamul Hind.

Keyword: Maulvi Azizuddin Aziz, the art of Tarikhgoi, Yaqoot Raqm, Hidayaatur Rasheed ila Aqwamul Hind.